السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

(جبڑے کی ہڈی سے پرے جو بال اُگیں ان کا کیا حکم ہے ۔ آنکھوں کی نچلی ہڈی کے بال مونڈنا جائز ہے ؟ (ایک سائل کریم پارک لاہور) (۱۳ اکتوبر ۱۹۹۵ء

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

(یہ بھی ڈاڑھی میں شامل ہیں ان کو بھی لینا ناجائز ہے کیونکہ آپ ﷺ نے نماص (چہرے کے بال اکھاڑنے) سے منع فرمایا ہے ۔ (صحیح البخاری، بابُ الْمُتَنَمِّصَات، رقم: ۵۹۳۹

مقدارِ لحیہ: حافظ ثناء اللہ صاحب کے ایک فتویٰ پر تعاقب اور اس کا جواب

تعاقب: ہفت روزہ الاعتصام لاہور مجریہ ۱۱ نومبر ۱۹۹۴ء کے ص ۸ پر احکام و مسائل کے تحت ''ڈاڑھی کا شرعاً کیا حکم ہے، ڈاڑھی کی مقدارِ شرعی کیا ہے؟'' دو سوال مذکور ہیں جن کا جواب فضیلۃ الشیخ الحافظ ثناء اللہ مدنی نے تحریر فرمایا۔

''ڈاڑھی کو انبیاء علیہ السلام کی سنت قدیمہ بروایت 'عَشْرٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ اَیْ مِنْ سُنَّةِ الْاَنْبِیَاءِ الَّذِیْنَ اَمَرْنَا اَنْ نَقْتَدِیْ بِهِمْ' (الحدیث، نسائی، ص: ۲۳۷) اور وجوب، بصیغہ امر، 'وَاعْفُوْا اَوْفُوْا، اَرْخُوْا، وَفِّرُوْا' ثابت کرنے کے بعد آپ نے مداہنت اختیار کی کہ

''اگر کوئی شخص مٹھی سے زائد کٹا دے تو بعض آثار کی بناء پر گنجائش ہے ۔ بالخصوص راوی حدیث 'اِعْفَاءِ اللِّحْیَة' ابن عمر رضی اللہ عنہما کے عمل سے اس نظریہ کو تقویت ملتی ہے ۔''

پھر جواب نمبر ۲ میں ترک علی الحال کے بعد ارشاد فرمایا کہ:

''مٹھی سے زائد سابقہ حوالوں کی بناء پر کٹوانی جائز ہے کٹوانے کی مرفوع روایت بھی بحوالہ ترمذی بیان کی جاتی ہے لیکن اس میں عمر بن ہارون راوی ضعیف ہے ۔''

اب غور طلب بات یہ ہے کہ کیا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ فعل دائمی تھا جس کو حجت کے طور پر پیش کیا گیا ہے؟ چنانچہ ''صحیح بخاری'' میں ہے:

(وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ: إِذَا حَجَّ أَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلَى لِحْيَتِهِ، فَمَا فَضَلَ أَخَذَهُ ۔' (صحیح البخاری، بابُ تَقْلِیمِ الأَظْفَارِ، رقم: ۵۸۹۲ (ج: ۲، ص: ۸۷۵'

اس عبارت سے یہ ظاہر ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا یہ فعل دائمی نہ تھا بلکہ مخصوص بالحج والعمرة تھا ۔ اب اس مخصوص اور مقید فعل سے عام استدلال کرنا کیونکر صحیح ہوگا؟ نیز عون المعبود میں ہے کہ:

'کَانُوا یُقَصِّرُونَ مِنَ اللِّحْیَةِ فِی النُّسُکِ ۔'

یہاں بھی نسک کی شرط ہے اس کے بغیر ڈاڑھی کترانا حرام ہے ۔

علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ کا فیصلہ:

علامہ عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ ''تحفۃ الاحوذی'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

'وَاَمَّا قَوْلُ مَنْ قَالَ اِنَّهُ اِذَا زَادَ عَلَی الْقَبْضَةِ یُؤْخَذُ الزَّائِد واستدل بآثار ابن عُمَرَ وَعُمَرَ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَهُوَ ضَعِیْفٌ لِاَنَّ اَحَادِیْثَ الْاِعْفَاءِ الْمَرْفُوْعَةِ الصَّحِیْحَةِ تَنْفِی هٰذِهِ الْآثَارَ ۔'

'فَهٰذِهِ الْآثَارُ لَا تَصْلُحُ لِلْاِسْتِدْلَالِ بِهَا مَعَ وُجُوْدِ هٰذِهِ الْاَحَادِیْثِ الْمَرْفُوْعَةِ الصَّحِیْحَةِ فَاَسْلَمُ الْاَقْوَالِ هُوَ قَوْلُ مَنْ قَالَ بِظَاهِرِ اَحَادِیْثِ الْاِعْفَاءِ وَکَرِهَ اَنْ یُؤْخَذَ شَیْءٌ مِنْ طُوْلِ اللِّحْیَةِ وَعَرْضِهَا وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

''ڈاڑھی کو مٹھی سے زائد کٹوانے کے دعویدار جو حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کے آثار سے استدلال کرتے ہیں وہ انتہائی کمزور ہے کیونکہ مرفوع صحیح احادیث کی موجودگی میں آثارِ صحابہ سے استدلال صحیح نہیں ۔ احادیث مرفوعہ اعفاء اللحیۃ ان اقوال کی نفی کرتی ہے ۔ پس سلامتی والا مذہب ان لوگوں کا ہے جو حدیث اِعفاء کے ظاہر کو لیتے ہوئے بڑھاتے ہیں اور اس کے طول و عرض سے ڈاڑھی کٹانا حرام سمجھتے ہیں ۔''

امام طحاوی رحمہ اللہ:

امام طحاوی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے:

' اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنۡ قَطَعَ شَعۡرَۃً مِنۡ لِحۡیَتِہٖ لَایُسۡتَجَابُ دعائہٗ وَتَنۡزِلُ عَلَیۡہِ الرَّحۡمَۃُ، وَلَا یَنۡظُرُ اللّٰہُ اِلَیۡہِ نَظۡرَ رَحۡمَۃٍ تُسَمِّیۡہِ الۡمَلَائِکَۃُ مَلۡعُوۡنًا وَہُوَ عِنۡدَ اللّٰہِ بِمَنۡزِلَۃِ الۡیَہُوۡدِ وَالنَّصَارٰی ۔ '

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے ڈاڑھی کا ایک بال بھی کاٹا اس کی دعا قبول نہ ہوگی، اس پر رحمت الٰہی کا نزول نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھیں گے۔ فرشتے اس کا نام ملعوم رکھیں گے۔ اور وہ عند اللہ یہود و نصاریٰ کے قائم مقام ہوگا۔''

(جواب تعاقب (از حافظ ثناء اللہ مدنی صاحب):

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق موطأ امام مالک کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

' (عَنۡ مَالِکٍ عَنۡ نَافِعٍ، اَنَّ عَبۡدَ اللّٰہِ بۡنَ عُمَرَ کَانَ اِذَا اَفۡطَرَ مِنۡ رَمَضَانَ، وَہُوَ یُرِیۡدُ الۡحَجَّ، لَمۡ یَأۡخُذۡ مِنۡ رَأۡسِہٖ وَلَا مِنۡ لِحۡیَتِہٖ شَیۡئًا، حَتّٰی یَحُجَّ۔ ' (موطأ امام مالک، بَابُ التَّقۡصِیۡرِ، رقم: ۱۸۶ '

''نافع سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب رمضان کے روزوں سے فارغ ہوتے اور حج کا قصد ہوتا تو سر اور ڈاڑھی کے بال نہ لیتے حتیٰ کہ حج کرتے۔''

''مذکورہ الفاظ پر بار بار غور فرمائیں۔ یہ واضح طور پر دال ہیں کہ ماسوائے مخصوص ایام کے ان کا یہ فعل دائمی تھا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

' (اَلَّذِیۡ یَظۡہَرُ اَنَّ ابۡنَ عُمَرَ کَانَ لَایَخُصُّ ہٰذَا التَّخۡصِیۡصَ بِالنُّسُکِ بَلۡ کَانَ یَحۡمِلُ الۡاَمۡرَ بِالۡاِعۡفَاءِ عَلٰی غَیۡرِ الۡحَالَۃِ الَّتِیۡ تَتَشَوَّہُ فِیۡہَا الصُّوۡرَۃُ بِاِفۡرَاطِ طُوۡلِ شَعۡرِ اللِّحۡیَۃِ اَوۡ عَرۡضِہٖ 'فتح الباری: ۱۰/۳۵۰ '

یعنی جو بات ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ فعل نسک کے ساتھ مخصوص نہیں تھا بلکہ وہ اعفاء اللحیۃ کا امر اس حالت پر محمول کرتے تھے کہ ڈاڑھی کے طول و عرض میں افراط کی وجہ سے شکل و صورت قبیح نہ ہونے پائے۔''

نیز شیخنا مجتہد العصر محدث روپڑی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فعل، سو اس سے مجھے اتنا تردد ہے اگر غیر حج عمرے میں ڈاڑھی کو چھیڑنا ناجائز ہوتا تو ناجائز کام حج اور عمرے میں کس طرح جائز ہوگیا؟ احرام سے نکلنے کے لیے وہی کام کیا جاتا ہے جو غیر احرام میں جائز ہو۔ خاص طور پر جب ظاہر الفاظ قرآن میں سر منڈانے کا ذکر ہے اور احادیث میں اس کا ذکر ہے تو آیت کو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ڈاڑھی کے کٹانے پر کس طرح چسپاں کرلیا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ غیر حج عمرے میں وہ کٹانے کے قائل تھے۔ اس لیے حج عمرے میں سر کے علاوہ بقیہ حجامت (ناخن وغیرہ) کی طرح مٹھی سے زائد ڈاڑھی بھی کٹا لیتے۔ اور چونکہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حدیث اِعۡفُوا اللُّحٰی (ڈاڑھیاں بڑھاؤ) کے راوی ہیں۔ اس لیے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ صحابی کا خیال ہے حدیث کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ شاید اس کو حدیث نہ پہنچی ہو۔ کیونکہ حدیث تو وہ خود روایت کررہے ہیں۔ یعنی رسول اللہ ﷺ سے ذرا سی بات میں خلاف برداشت نہیں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ عادت کے طور پر آپ ﷺ سے کوئی فعل صادر ہوتا تو اس میں بھی موافقت کی کوشش کرتے۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ضرور نبی کریم ﷺ سے سند لی ہے۔ ورنہ ڈاڑھیاں بڑھانے کی حدیث کے راوی ہو کر ایک ناجائز کام کا ارتکاب نہ کرتے۔ اس لیے اگر کوئی شخص مٹھی سے زائد کٹائے تو اس پر اعتراض نہ کرنا چاہیے۔ ہاں افضل یہی ہے کہ مٹھی سے زائد نہ کٹائی جائے۔ (جلد سوم، ص: ۳۳۷۔۳۳۸)

علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ کی رائے کا جواب محدث روپڑی رحمہ اللہ کے کلام میں گزرچکا۔

امام طحاوی کی طرف منسوب حدیث کی بناء پر ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ دین پر کیا فتوی چسپاں کریں گے جن کا عمل اس کے خلاف تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ اس روایت کی صحت محل نظر ہے۔ اور اعتبار کے لائق نہیں۔ اثبت العرش ثم انقش (۱۰ فروری ۱۹۹۵ء)

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ حافظ ثناء اللہ مدنی

جلد: 3، کتاب اللباس: صفحہ: 471

محدث فتویٰ